ایم۔ ذوالفقار علی رانا

قدامہ بن جعفر

تعریف

قدامہ بن جعفر کی کنیت "ابوالفرج" بتائی جاتی ہے، لیکن شریشی نے اس کی کنیت "ابوالولید"[1] لکھی ہے۔ حاجی خلیفہ نے صرف ایک کتاب کے ضمن میں "ابوالولید" کنیت لکھی ہے، باقی مقامات پر اس نے بھی "ابوالفرج" لکھی ہے[2]۔ علاوہ ازیں ابوحیان توحیدی[3] نے اور اس کی پیروی میں یاقوت[4] نے اس کی کنیت "ابوعمر" لکھی ہے۔

کرد علی کے بیان کے مطابق اس کا باپ جعفر بصرے میں سکونت پذیر تھا۔ (کرد علی کی کتاب میں "ابوہ جعفر" کی بجائے "ابوجعفر" غلطی سے طبع ہوگیا ہے)۔ پھر وہ بغداد میں منتقل ہوگیا۔ وہ ایک ادیب، کاتب اور صاحب تصانیف تھا۔ اس کی اصل فارسی تھی۔ اس کا باپ ہجرت کر کے عراق میں آگیا تھا، جہاں وہ مسلمان علما سے ملا اور ان سے ان علوم میں استفادہ کیا جو فن کتابت میں اسے مدد دے سکتے تھے[5]۔

خطیب بغدادی نے جعفر بن قدامہ بن زیاد کے متعلق لکھا ہے:

احد مشایخ الکتّاب وعلمائھم۔ وافر الأدب، حسن المعرفة، وله مصنفات فی صنعة الکتابة وغیرھا۔ وحدّث عن أبی العیناء الضریر، وحماد بن اسحٰق الموصلی، ومحمد بن مالك الخزاعی، ونحوھم۔ روی عنه ابوالفرج الاصبھانی[6]

---

[1] الشریشی، شرح مقامات حریری ۔ ۱ : ۲۰

[2] حاجی خلیفہ، کشف الظنون ۔ ۲ : ۹۸۶

[3] التوحیدی، الامتاع والمؤانسہ ۔ ۱ : ۱۳۱

[4] یاقوت، معجم الادبا ۔ ۱۷ : ۱۲

[5] کرد علی، کنوز الاجداد ۔ ص ۱۵۰

[6] الخطیب، تاریخ بغداد ۔ ۷ : ۲۰۵

لیکن افسوس ہے کہ کرد علی نے خطیب کی اس عبارت کو جعفر کے بیٹے قدامہ کے متعلق خیال کیا ہے حالانکہ یہ قدامہ کے باپ جعفر کے متعلق ہے [۵۷]

اسی بات کا ثبوت مختلف ادبی کتابوں میں بھی ملتا ہے، جن سے جعفر بن قدامہ کے ان ہی شاگردوں اور استادوں کا پتا چلتا ہے مثلاً مصارع العشاق [۵۸]

ابن الندیم نے الفہرست [۵۹] اور یاقوت [۶۰] نے معجم الادبا میں لکھا ہے کہ قدامہ کا باپ جعفر زیادہ فکر و فراست اور علم سے عاری تھا لیکن ابو علی التنوخی نے نشوار المحاضرۃ [۶۱] میں اس سے دو روایتیں ذکر کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الاغانی کا مؤلف ابو الفرج الاصبہانی [۶۲] اس کا شاگرد تھا اور ابو العیناء الضریر [۶۳] اور محمد بن عبد اللہ الخزاعی [۶۴] اس کے استاد تھے۔

پیدائش اور نشو و نما

قدامہ، جعفر کے بغداد میں آجانے کے بعد وہیں پیدا ہوا۔ اس کا سال ولادت صراحت سے کہیں بیان نہیں ہوا لیکن قیاس سے پتا چلتا ہے کہ وہ تیسری صدی ہجری کے آخری ربع کے شروع یعنی ۲۷۵ ہجری کے لگ بھگ پیدا ہوا۔

---

۵۷ کرد علی، کنوز الاجداد - ص ۱۵۰

۵۸ السراج القاری، مصارع العشاق - ۲ : ۱۵۶

۵۹ ابن الندیم، الفہرست - ص ۱۹۴ ۶۰ یاقوت، معجم الادبا - ۱۷ : ۱۲

۶۱ التنوخی، نشوار المحاضرۃ - ۶ : ۲۵۶ / ۷ : ۷۴

۶۲ ابو الفرج علی بن الحسین بن محمد بن احمد الاموی القرشی (۲۸۴ - ۳۵۶) ادب کا امام اور علم تاریخ، لغت اور سیرت میں مشہور تھا۔ الاغانی اکیس [۲۱] جلدوں میں اس کی سب سے مشہور اور اہم کتاب ہے۔ الاعلام - ۵ : ۸۸

۶۳ ابو العیناء محمد بن القاسم بن خلاد بن یاسر الہاشمی البصری (۱۹۱-۲۸۳ھ) ہر ایک ادیب، عالم اور ذہین شخص تھا۔ اس کی طبیعت میں ظرافت اور ہجو کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ چالیس سال کی عمر میں نابینا ہو گیا تھا۔ الاعلام - ۷ : ۲۲۶

۶۴ ابو العباس محمد بن عبد اللہ بن طاہر الخزاعی (۲۰۹ - ۲۵۳ھ) خلیفہ متوکل کے زمانے میں بغداد کا نائب حاکم تھا۔ وہ ادیب، فاضل اور سخی شخص تھا۔ المعتز باللہ اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ الاعلام - ۷ : ۹۴

مذہب

قدامہ اپنے آبائی مذہب یعنی عیسائیت پر نشوونما پاتا رہا - چنانچہ خطیب بغدادی نے اس کے باپ کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے، اس لیے قرین قیاس ہے کہ قدامہ کے پیدا ہونے کے بعد تک بھی جعفر عیسائی مذہب کا پیرو تھا، لیکن جب قدامہ کچھ عمر عیسائیت میں گزار چکا تو وہ خلیفہ المکتفی باللہ عباسی کے ہاتھ دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ المکتفی کا زمانۂ خلافت ۲۷۹ھ سے ۲۹۵ھ تک ہے - غالب خیال یہ ہے کہ جعفر اور اس کا بیٹا قدامہ دونوں آگے پیچھے ہی عیسائیت کو ترک کر کے مسلمان ہوئے ہوں گے کیونکہ خطیب بغدادی کی کتاب صرف اہل اسلام کے سوانح حیات پر مشتمل ہے، غالباً باپ بیٹا دونوں مکتفی کے آخری دور میں اسلام لائے ہوں گے - اسلام لانے کے بعد قدامہ نے ذہین طالبانِ علم مثلاً ابن مقفع[15] اور علی بن ربن[16] وغیرہ کی طرح اسلامی علوم سیکھے۔

تعلیم

قدامہ بن جعفر نے یوں تو بہت سے علوم مثلاً لغت، ادب، فقہ، منطق، حساب اور فلسفہ وغیرہ پڑھے لیکن اس کی طبیعت پر لغت، ادب، بلاغت اور نقد شعر کا غلبہ تھا - اس کا طرزِ تحریر ترکیب کے لحاظ سے سہل اور لفظی لحاظ سے نہایت مختصر اور معنی کے لحاظ سے قریب الفہم تھا - چونکہ اس نے منطق کا علم پڑھا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے اسلوبِ تحریر میں قدرے ضعف پایا جاتا ہے - المسعودی[17] نے لکھا ہے کہ ابوالفرج قدامہ بن جعفر کاتب غیر معمولی اور امتیازی تصانیف کی وجہ

---

۱۵ عبداللہ بن مقفع (۱۰۶ - ۱۴۲ھ) بڑے مشہور کاتبوں میں سے تھا - اس نے بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ کیں - پہلے مجوسی تھا لیکن اسلام لے آیا تھا - کلیلہ دمنہ اور الیتیمہ اس کی مشہور کتابیں ہیں - الاعلام ۴ : ۲۸۳

۱۶ ابوالحسن علی بن ربن الطبری (وفات ۲۴۷ھ) یہ فلاسفر اور بڑا طبیب تھا - خلیفہ معتصم کے ہاتھ پر اسلام لایا اور خلیفہ متوکل کا ہم نشین بنا - فردوس الحکمۃ اس کی مشہور کتاب ہے - الاعلام ۵ : ۹۹

۱۷ ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی البغدادی (وفات ۳۴۶ھ) یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے تھا - بڑا مورخ اور سیاح تھا - اس کی مشہور کتابوں میں مروج الذہب اور التنبیہ والاشراف ہیں، اس کی ایک اور کتاب اخبار الزمان تھی جس کا بار بار حوالہ دیتا ہے، ضائع ہو چکی ہے - الاعلام ۵ : ۸۷

مشہور ہے۔ اس کی تصانیف کے الفاظ نہایت مختصر اور معانی واضح ہوتے ہیں۔ اگر تم اس کی تصدیق کرنا چاہو تو اس کی کتاب زھر الربیع فی الاخبار اور اس کی کتاب الخراج پڑھ کر دیکھو تو ہمارے اس بیان کی پوری پوری تصدیق ہو جائے گی[۱۸]

یاقوت نے لکھا ہے کہ قدامہ نے بڑے بڑے علما مثلاً ثعلب[۱۹]، مبرد[۲۰]، ابوسعید السکری[۲۱] اور ابن قتیبہ[۲۲] وغیرہ کا یا ان کے قریب کا زمانہ پایا جبکہ علوم و فنون اور ادب اوجِ کمال پر اور تر و تازہ تھے۔ اس نے بڑی محنت سے ان علوم کو پڑھا اور علمِ بلاغت اور حساب میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ پھر اس نے کافی حد تک علمِ منطق پڑھا جس کے اثرات اس کی تصانیف میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت تک علمِ منطق پختہ اور کامل نہیں ہوا تھا۔ قدامہ کی شہرت کا دارومدار زیادہ تر علمِ بلاغت اور نقدِ شعر پر ہے۔ اس موضوع پر اس نے کتابیں بھی لکھی ہیں، مثلاً نقد الشعر جس سے اس موضوع پر اس کے تبحرِ العلم ہونے اور اس کے امتیازی نشان کا پتا چلتا ہے[۲۳]

صاحب الفہرست نے لکھا ہے کہ قدامہ فصیح و بلیغ ادیبوں اور بڑے فاضل فلاسفہ میں سے تھا۔ علمِ منطق کی مجالس میں اسے خاص شہرت حاصل تھی، لیکن اس کا باپ جعفر اس کے خلاف بہت کم علم تھا

۱۸۔ المسعودی، مروج الذہب ۱ : ۱۵ - ۱۶

۱۹۔ ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زید بن سیار الشیبانی الکوفی (۲۰۰ - ۲۹۱) نحو اور لغت کا امام تھا۔ اس کی کتاب الفصیح اور مجالس ثعلب وغیرہ مشہور ہیں۔ الاعلام ۱ : ۲۵۲

۲۰۔ ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر بن عمیر الثمالی الازدی البصری : کتاب الکامل، کتاب المقتضب اور شرح لامیۃ العرب وغیرہ اس کی مشہور کتابیں ہیں۔ الاعلام ۸ : ۱۵

۲۱۔ ابوسعید الحسن بن الحسین بن عبیداللہ العتکی السکری (۲۱۲ - ۲۷۵) بصرہ میں عربی ادب کا امام تھا۔ اس نے بہت سے شاعروں کے اشعار جمع کئے اور کعب بن زہیر اور فرزدق وغیرہ کے دیوانوں کی شرحیں لکھیں۔ الاعلام ۲ : ۲۰۲

۲۲۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (۲۱۳ - ۲۷۶) ادب کا امام اور بہت سی کتابوں کا مصنف تھا مثلاً ادب الکاتب، کتاب المعارف، عیون الاخبار اور الشعر والشعراء وغیرہ۔ الاعلام ۴ : ۲۸۰

۲۳۔ یاقوت، معجم الادبا ۱۷ : ۱۳۰

اور اس میں سوچ بچار کا مادہ نہیں تھا۔[۲۴]

قدامہ بن جعفر بلاغت میں ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے، چنانچہ مقامات کے مصنف الحریری نے اپنی کتاب کے دیباچے میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

ھذا مع اعترافی بأن البدیع رحمہ اللہ سبّاق غایات، وصاحب آیات، وان المتصدی بعدہ لانشاء مقامۃ: ولو أوتی بلاغۃ قدامۃ لا یغترف الا من فضالتہ، ولا یسری ذلک المسری الا بدلالتہ[۲۵]

یعنی مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ بدیع الزمان ہمدانی اس فن میں گوئے سبقت لے گیا ہے اور اس کے بعد جو شخص بھی مقامات لکھے گا، خواہ وہ قدامہ کی طرح فصیح و بلیغ ہو، وہ بدیع الزمان ہی کے دستر خوان کا لقمہ چین ہوگا اور اسی کی شمع روشن کے ذریعے صحیح رستہ پائے گا۔ اس پر علامہ شریشی لکھتے ہیں کہ قدامہ فن کتابت کے رموز و اسرار کو سمجھتا اور فصیح و بلیغ عالم تھا۔ کتابت کے فن پر اس نے ایک کتاب سر البلاغۃ کے نام سے لکھی جس کے نام سے ہی اس کا مضمون ظاہر ہے۔ اسی طرح فن بدیع میں اس کی بعض تحقیقات اسے اسی موضوع کے باقی علما سے ممتاز کر دیتی ہیں۔ کلام عرب پر اس کی گہری نظر ہے اور اس میں وہ اپنے ہم سر علما سے بہت آگے بڑھ گیا، اسی لیے وہ بلاغت میں مشہور ہے اور متقدمین اور متاخرین سب اس کی بزرگی اور فضیلت کے قائل ہیں۔[۲۶]

یاقوت لکھتے ہیں کہ مجھے ایک ادیب کے بارے میں پتا چلا ہے کہ اس نے مقامات حریری کی شرح لکھی تھی اور اس نے حریری کے اس قول "ولو اوتی بلاغۃ قدامۃ" کے ضمن میں لکھا ہے کہ قدامہ بن جعفر بنی بویہ کے دربار میں کاتب (سیکرٹری) تھا لیکن یہ بات غلط ہے، کیوں کہ قدامہ بنی بویہ کے زمانے سے پہلے ہوا ہے۔ وہ تو ثعلب اور مبرد (بترتیب (۲۰۰ - ۲۹۱) - (۲۱۰ - ۲۸۵)) کے زمانے میں تھا اور بنی بویہ کا زمانہ ۳۲۴ سے ۴۴۷ھ تک ہے۔[۲۷]

---

[۲۴] ابن الندیم، الفہرست، ص ۱۹۴

[۲۵] الشریشی، شرح مقامات الحریری، ۱: ۱۹-۲۰ [۲۶] ایضاً، ۱: ۲۰

[۲۷] یاقوت، معجم الادبا، ۱۷: ۱۳-۱۴

باسی دربار میں قدامہ کا مقام

یاقوت کا بیان ہے کہ قدامہ بغداد میں ۲۹۷ھ تک اوسط درجے کے مختلف عہدوں پر ملازم رہا۔ ۲۹۷ھ میں جب وزیر ابوالحسن[28] علی بن محمد بن الفرات کا بڑا بھائی ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن الفرات[29] فوت ہوگیا جو دیوان مجلس الجماعت کا متولی تھا تو وزیر ابوالحسن نے اپنے بھائی کی جگہ اس کے بیٹے ابوالفتح فضل بن جعفر[30] کو نہ صرف اسی دیوان کا والی بنا دیا بلکہ دیوانِ مشرق بھی اسے سونپ دیا۔ اس کے بعد وزیر کو معلوم ہوا کہ ابوالفتح کے ماتحت افسر ٹھیک کام نہیں کرتے، اس پر اس نے ابوالفتح کی جگہ اپنے بیٹے ابواحمد محسّن بن علی[31] کو والی بنا دیا۔ محسّن نے اس عہدے پر قاسم بن ثابت کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اسی دیوان میں اس نے قدامہ بن جعفر کو دیوانِ زمام[32] کا متولی متعین کیا۔ اس پر محسن کے انتخاب

---

[28] ابوالحسن علی محمد بن موسیٰ بن الحسن بن الفرات۔ خلیفہ مقتدر باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ وہ تین دفعہ اس عہدہ وزیر بنا۔ وہ ایک بڑا ماہر کاتب شمار کیا جاتا تھا۔ اس کی پیدائش ۲۴۱ اور اس کا قتل ۳۱۲ھ میں ہوا۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان ۳، ۹۹ ــــ زامباو[ر]، الاسرات ص ۱۷

[29] ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن موسیٰ بن الحسن بن الفرات کی وفات بروز اتوار ۱۳ شوال ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ اس نے ایک رومی باندی حنزابہ سے شادی کرلی تھی۔ بعض نے اس کی کنیت ابوالخطاب بیان کی ہے۔ زامباور، الاسرات، ص ۱۷ ــــ القمی، الکنیٰ والالقاب - ۱ : ۳۷۱

[30] اس کو الفرات ثانی اور ابن حنزابہ بھی کہتے ہیں۔ (۲۷۹ ــ ۳۲۷ھ) یہ خلیفہ راضی باللہ کا وزیر تھا۔ ابن طقطقیٰ، الفخری ص ۲۵۳ ــــ زامباور، الاسرات، ص ۱۷

[31] یہ ابن الفرات وزیر کا بیٹا تھا۔ یہ ایک جابر شخص تھا، ۲۹۷ھ میں یہ دیوان کا متولی بنا لیکن ۳۰۶ھ میں وہ اور اس کا باپ دونوں معزول کر دیے گئے۔ پھر جب اس کا باپ ۳۱۱ھ میں وزیر بنا تو یہ اس کی تیسری تقرری تھی تو اگلے سال ہی خلیفہ مقتدر نے ان کا غلبہ دیکھ کر انھیں گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔ اس طرح یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ ۳۱۲ھ میں مارا گیا۔ الاعلام ۶ : ۱۷۵-۱۷۶ ــ الاسرات ص ۱۷

[32] دیوانِ زمام خلافتِ عباسیہ میں خلیفہ مہدی نے قائم کیا تھا۔ یہ موجودہ زمانے کے محکمہ مال کے شعبہ احتساب (Audit and Account) کی مانند تھا۔ اس محکمے کے افسرِ اعلیٰ کا فرض یہ تھا کہ وہ سلطنت کے مختلف قسم کے ٹیکسوں کو وصول کرے۔ یہ محکمہ ہر صوبے میں علیحدہ علیحدہ افسر کے ماتحت تھا اور پھر ایک مرکزی محکمہ زمام الازمہ کے نام سے بھی قائم تھا۔ تمام صوبوں کے افسرانِ اعلیٰ اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ حسن ابراہیم حسن، النظم الاسلامیہ، ص ۱۷۷ ــــ صبحی الصالح، النظم الاسلامیہ، ص ۳۱۶، ۳۱۷ ــــ محمد جمال الدین عبد الہادی، الحضارۃ الاسلامیہ، ۱ : ۱۲۹

کی خوبی ظاہر ہوئی تھی کیوں کہ تمام ماتحت افسروں کی طرف سے بڑے بڑے مال حکومت کے خزانے میں جمع ہونے لگے[۳۳]

لطیفہ

الماوردی[۳۴] نے قدامہ بن جعفر کے متعلق ایک روایت لکھی ہے کہ اس نے کہا کہ محکمۂ مال کے کسی افسر نے وزیر عبید اللہ بن سلیمان[۳۵] بن وہب کے ایک ملازم کا محاسبہ کیا اور اس پر کچھ الزامات عاید کیے۔ اس ملازم نے اس کی شکایت وزیر عبید اللہ کے پاس کی اور ایک درخواست لکھی جس میں اس نے اپنے بری الذمہ ہونے کی دلیلیں پیش کیں۔ عبید اللہ نے اس پر یہ حکم لکھا: "ھدا ھدا" اور درخواست ملازم کے حوالے کر دی۔ ملازم نے سمجھا کہ عبید اللہ نے اس کے دعوی کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ اسی طرح ہے۔ یعنی اس نے "ھدا ھدا" کو "ھذا ھذا" سمجھا، جس طرح کسی بات کے ثابت کرنے کے لیے "ھوھو" لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس درخواست کو الزامات عاید کرنے والے افسر کے پاس لے گیا اور اسے دکھا کر کہا کہ یہ لو، وزیر نے میری بات کو صحیح قرار دیا ہے، اس افسر پر وزیر کا صحیح مطلب واضح نہ ہو سکا، چنانچہ اس نے وہ درخواست مختلف محکموں کے افسروں کو دکھائی لیکن وہ بھی صحیح مطلب کو نہ سمجھ سکے۔ آخر وہ درخواست پھر وزیر کے پاس بھیجی گئی تاکہ وہ اپنی مراد کو واضح طور پر بیان کرے۔ وزیر نے دوسرے "ھدا" کے دال پر شدّ ڈال دی اور دونوں دالوں پر نقطے ڈال دیے اور نیچے لکھ دیا "واللہ المستعان" اس طرح الزام لگانے والے افسر کو آگاہی حاصل ہو گئی کہ وزیر نے لکھا ہے "ھذا ھذّاء" (یعنی یہ بکواس کرتا ہے) یعنی ھذّاءٌ ھذیان مصدر سے مغالطے کا صیغہ تھا اور "واللہ المستعان" کا مطلب یہ تھا کہ افسوس ہے کہ تم میری مراد کو نہیں سمجھ سکے حتیٰ کہ تمھیں نقطے اور

---

۳۳ ۔ یاقوت، معجم الادبا ۔ ۱۷ : ۱۴۷–۱۵۱

۳۴ ۔ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی (۳۶۴ ۔ ۴۵۰ھ) مختلف علاقوں کا قاضی رہا۔ اس کی تصانیف میں سے الاحکام السلطانیۃ اور ادب الدنیا والدین بہت مشہور ہیں۔ الاعلام ۵ : ۱۴۶

۳۵ ۔ ابو القاسم عبید اللہ بن سلیمان بن وہب بن سعید الحارثی (۲۳۶ ۔ ۲۸۸ھ) معتمد عباسی اور اس کے بیٹے معتضد دونوں کا وزیر تھا۔ الاعلام ۴ : ۳۴۹ ۔ الاسرات ص ۷

بزیر لگا کر بتانا پڑا (سو تم اللہ سے مدد مانگو) کہ وہ تمھیں اتنی سمجھ دے کہ میرے مطلب کو سمجھ سکو لیں[۳۶]

کرد علی نے لکھا ہے کہ قدامہ کے بارے میں اس امر پر بہت سی شہادتیں ملتی ہیں کہ وہ علم بلاغت ثروتِ معلومات اور لطافتِ طبع میں بے نظیر تھا اور وہ ادیبوں کے خاص طبقے میں مشہور و معروف تھا۔ ے بڑے قابل بلاغت اور تنقید کے اماموں نے اس کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ عوام الناس میں دا اتنا مشہور نہیں کیوں کہ عوام کی ذہنیت یہ ہے کہ جن لوگوں کے خیالات اور تصورات ان کے ساتھ ہم آہنگ ہوں اس کی طرف وہ توجہ نہیں کرتے[۳۷]

فات

بیشتر مراجع میں قدامہ بن جعفر کا سالِ وفات ۳۳۷ھ لکھا ہے۔ مثلاً النجوم الزاہرہ[۳۸]، البدایۃ والنہایۃ[۳۹]، معجم المولفین[۴۰]، کنوز الاجداد[۴۱]، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ[۴۲]، الاعلام[۴۳]۔ غالباً ان سب نے ابن الجوزی کی کتاب المنتظم[۴۴] کا تتبع کیا ہے، کیوں کہ اس نے قدامہ کا سال وفات ۳۳۷ھ ہی لکھا ہے۔ لیکن یاقوت نے لکھا ہے کہ میں ابن الجوزی کی بیان کردہ تاریخ پر اعتماد نہیں کرتا کیوں کہ میرے نزدیک ابن الجوزی عموماً غلط مبحث کر دیتا ہے۔ ہاں قدامہ کے متعلق ہمیں جو آخری بات معلوم ہے وہ یہ ہے کہ وہ ۳۲۰ھ میں اس مناظرے میں موجود تھا جو ابو سعید السیرافی[۴۵] اور متی بن یونس منطقی[۴۶] کے درمیان خلیفہ

---

[۳۶] القضاعی، اعتاب الکتاب، ص ۱۲۷ — [۳۷] کرد علی، کنوز الاجداد، ص ۱۵۱

[۳۸] تغری بردی، النجوم الزاہرۃ، ۳ : ۲۹۷ - ۲۹۸ — [۳۹] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۱۱ : ۲۲۰ - ۲۲۱

[۴۰] کحالۃ، معجم المولفین، ۸ : ۱۲۸ — [۴۱] کرد علی، کنوز الاجداد، ص ۱۵۰

[۴۲] جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ۲ : ۲۰۰

[۴۳] الزرکلی، الاعلام، ۶ : ۳۱ — [۴۴] ابن الجوزی، المنتظم، ۶ : ۳۶۳

[۴۵] ابو سعید الحسن بن عبد اللہ بن مرزبان السیرافی (۲۸۴ - ۳۶۸) نحو اور ادب کا امام تھا۔ اس کی کتابوں میں سے شرح کتاب سیبویہ اور اخبار النحویین البصریین وغیرہ مشہور ہیں۔ الاعلام ۲ : ۲۱۰ - ۲۱۱

[۴۶] ابو بشر متی بن یونس نصرانی منطقی بغداد کا باشندہ تھا اور خلیفہ راضی کے زمانے میں ۳۲۰ھ اور ۳۳۰ھ کے درمیان موجود تھا۔ علم منطق میں اس کی بہت سی کتابیں ہیں، جو اس وقت بہت قابلِ اعتماد سمجھی جاتی ہیں۔ القفطی، تاریخ الحکماء، ص ۳۲۳

مقتدر عباسی[47] کے وزیر فضل بن جعفر بن محمد بن الفرات کے سامنے ہوا تھا۔ جیسا کہ ابوحیان التوحیدی نے اس کا نہ صرف ذکر کیا ہے[48] بلکہ مناظرے کی پوری تفصیل اپنی کتاب "الامتاع والمؤانسۃ" میں دی ہے[49]۔ یاقوت نے بھی اسی کے حوالے سے معجم الادبا میں اسے نقل کیا ہے[50]۔ القفطی نے تاریخ الحکما میں بھی متی کے حالات کے تحت اس مناظرے کا ذکر کیا ہے[51]۔

مناظرے کا موضوع یہ تھا کہ وزیر ابن الفرات نے حاضرینِ مجلس سے کہا کہ متی بن یونس کہتا ہے کہ علم یعنی منطق کے بغیر حق اور باطل میں، جھوٹ اور سچ میں، خیر اور شر میں اور شک اور یقین میں فرق نہیں کیا جا سکتا اس لیے تم میں سے کون شخص متی کے ساتھ مناظرہ کرے گا۔ اس پر ابوسعید السیرافی نے ہامی بھر لی۔ اس مناظرے میں متی اور سیرافی کے درمیان بہت دلچسپ سوال و جواب ہوتے مثلاً:

ابوسعید نے متی سے پوچھا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو یہ کہے کہ مجھ پر فلاں شخص کا ایک درہم سوائے ایک قیراط کے قرضہ ہے۔ متی نے کہا: میں اس قسم کی باتوں کو نہیں جانتا۔ ابوسعید نے کہا: میں تمھارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ حاضرین کو یقین ہو جائے کہ تم احمق، جھوٹے اور طمع ساز آدمی ہو۔ چلو اگر یہ نہیں بتا سکتے تو اس سے ایک آسان سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: "بکم الثوبان المصبوغان" اور دوسرے شخص نے کہا: "بکم ثوبان مصبوغان" اور تیسرے نے کہا: "بکم ثوبان مصبوغین" تم ان تینوں کے الگ الگ معنی بیان کرو۔ متی نے کہا: اگر میں بھی تمھاری طرح تم سے علم منطق کے اس قسم کے سوال کروں تو تم بھی میری طرح بغلیں جھانکنے لگو گے۔ ابوسعید نے کہا: تمھاری یہ بات غلط

---

[47] ابوالفضل جعفر بن احمد بن طلحۃ البغدادی (۲۸۲ – ۳۲۰) عباسی حکمران تھا، اور اپنے بھائی مکتفی کے بعد ۲۹۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ لیکن لوگوں نے اسے تخت سے اتار کر عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنا دیا۔ پھر ابن معتز کو قتل کر دیا گیا اور دوبارہ مقتدر کو تخت نشین کیا گیا۔ اس کے بعد اس نے مدت تک حکومت کی لیکن اس کا زمانہ فتنہ و فساد کا زمانہ تھا۔ الاعلام ۲ : ۱۱۴

[48] ابوحیان توحیدی، مثالب الوزیرین، ص ۲۷۴

[49] ابوحیان توحیدی، الامتاع والمؤانسۃ ۱ : ۱۰۸ – ۱۲۹

[50] یاقوت، معجم الادبا ۸ : ۱۹۰ – ۲۲۹

[51] القفطی، تاریخ الحکماء، ص ۳۲۳

سے ہے کیوں کہ جب تم مجھ سے کوئی سوال کروگے تو میں اس میں غور کروں گا ، سو اگر اس سوال کا کوئی مطلب ہوا اور عام قاعدے کے مطابق اس کے الفاظ بھی درست ہوئے تو میں اس کا جواب دوں گا۔ خواہ وہ جواب موافق ہو یا مخالف ، اور اگر اس سوال کا مطلب ہی کچھ نہ ہوا تو میں بمصداق "کالائے بد بریش خداوند" وہ سوال تمھاری طرف لوٹا دوں گا۔[۵۲]

اسی طرح سیرافی نے پوچھا کہ ان دونوں فقروں میں کیا فرق ہے ؟

۱۔ زیدٌ افضلُ اخوتہ

۲۔ زید افضل الإخوۃ

متی نے کہا : یہ دونوں صحیح ہیں۔ ابو سعید نے کہا کہ ان میں سے صرف ایک صحیح ہے اور دوسرا صحیح نہیں اور تم صحیح کے صحیح ہونے کی وجہ اور غلط کے غلط ہونے کی وجہ بھی نہیں جانتے۔ متی نے کہا ، غلط فقرے میں کیا خرابی ہے ؟ ابو سعید نے کہا : تم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ نحو کا عالم صرف لفظوں میں غور کرتا ہے اور معنی کی پروا نہیں کرتا اور منطق کا عالم معنی میں غور کرتا ہے اور لفظوں کی پروا نہیں کرتا۔ لیکن میرا سوال زیادہ تر معنی ہی سے متعلق ہے۔ یہ مجلس درس و تدریس کی نہیں ہے کہ میں تمھیں ان کا مطلب سمجھاؤں۔ لیکن وزیر ابن الفرات نے ابو سعید سے کہا کہ تمھیں اس سوال کی وضاحت کرنی چاہیے تاکہ تمام حاضرین کو فائدہ پہنچے اور متی کا لاجواب ہونا سب پر واضح ہو جائے۔ اس پر ابو سعید نے کہا : یہ کہنا تو جائز ہے ، "زیدٌ افضل الاخوۃ " لیکن یہ کہنا جائز نہیں " زید افضل اخوتہ "۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اخوتہ سے مراد زید کے بھائی ہیں جن میں زید خود شامل نہیں کیوں کہ اگر کوئی شخص پوچھے کہ زید کے بھائی کون کون ہیں ؟ تو یہ جواب درست نہیں زیدٌ، عمرو، بکرٌ وخالدٌ بلکہ یوں کہنا چاہیے۔ بکرٌ، عمرو و خالد اور زید کو ان میں شمار نہیں کیا جائے گا لیکن الاخوۃ میں باقی بھائیوں کے ساتھ زید بھی شامل ہے۔ فقرے کا مطلب یہ ہے کہ زید تمام بھائیوں سے افضل ہے۔ اس پر متی مجوب ہو گیا۔ ابن الفرات نے کہا : اس کے بعد زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ علم نحو بہت عمدہ اور قابلِ قدر علم ہے[۵۳]

---

[۵۲] یاقوت، معجم الادبا ۸ : ۲۱۶ - ۲۱۷ ـــ ابو حیان توحیدی ، الامتاع والمؤانسۃ ۱ : ۱۲۲

[۵۳] ابو حیان توحیدی ، الامتاع والمؤانسۃ ۱ : ۱۱۹ - ۱۲۰ ـــ یاقوت، معجم الادبا ۸ : ۲۱۱ - ۲۱۳

ابوحیان توحیدی نے اس مناظرے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ ساری تفصیل مجھے علی بن عیسیٰ رمانی[۵۴] نے لکھوائی تھی اور ابوسعید السیرافی بھی اس کی بعض چیزوں کی روایت کیا کرتا تھا۔ میں نے علی بن عیسیٰ سے پوچھا کہ اس مناظرے کے وقت ابوسعید کی عمر کیا تھی، تو اس نے جواب دیا کہ اس کی پیدائش ۲۸۰ھ میں ہوئی اور مناظرے کے وقت اس کی عمر ۴۰ سال تھی[۵۵]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ مناظرہ ۳۲۰ میں ہوا تھا جیسا کہ یاقوت نے بھی لکھا ہے[۵۶] لیکن ابوحیان نے مناظرے کا حال لکھنے سے پہلے اس مجلس کے انعقاد کا سال ۳۲۶ لکھا ہے[۵۷]۔ ممکن ہے کہ یہاں غلطی سے ۳۲۶ لکھا گیا ہو کیوں کہ ابوحیان نے ایک ہی سال لکھا ہوگا۔ اسی لیے یاقوت نے کہا ہے کہ ابن الجوزی کی بیان کی ہوئی تاریخ وفات یعنی ۳۳۷ھ صحیح نہیں کیوں کہ قدامہ کے متعلق جو اس کا آخری واقعہ ہمیں معلوم ہے وہ ۳۲۰ھ میں ہوا۔ عمر فروخ نے قدامہ کی تاریخ وفات ابن الجوزی کی روایت کے مطابق ۳۳۷ لکھنے کے بعد کہا ہے کہ بعض نے اس کی وفات ۳۲۷ میں بیان کی ہے اور مستشرق براکلمان کا خیال ہے کہ اس کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی کہ یہ بات ظاہر ہے کہ وہ کم از کم ۳۲۰ھ تک زندہ تھا[۵۸]

یوسف الیان سرکیس نے قدامہ کی وفات کا سال ۳۱۰ اور ۳۲۰ دونوں کا ذکر کیا ہے[۵۹] اسی طرح کشف الظنون کے مصنف نے ایک جگہ ۳۱۰ھ لکھ دیا ہے[۶۰] بہرحال قیاس غالب یہی ہے کہ اس کی وفات ۳۲۰ ہی میں یا کچھ دیر بعد ہوئی۔

(باقی آئندہ)

---

[۵۴] ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن علی بن عبداللہ الرمانی البغدادی (۲۹۶ - ۳۸۴) مفسر اور نحوی تھا عقیدے کے لحاظ سے معتزلی تھا۔ اس کی تصانیف میں "الاسماء والصفات"، "صنعۃ الاستدلال"، "معانی الحروف" اور "شرح سیبویہ" مشہور ہیں۔ الاعلام ۵ : ۱۳۴

[۵۵] ابوحیان توحیدی، الامتاع والمؤانسۃ ۱ : ۱۲۷ - ۱۲۹

[۵۶] یاقوت، معجم الادبا ۱۷ : ۱۳

[۵۷] ابوحیان توحیدی، الامتاع والمؤانسۃ ۱ : ۱

[۵۸] عمر فروخ، تاریخ الادب العربی ۲ : ۴۳۴

[۵۹] سرکیس، معجم المطبوعات، ص: ۱۴۹۴

[۶۰] حاجی خلیفہ، کشف الظنون ۲ : ۱۹۲۵